بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

# صاحبِ بیّنہ اور شاہد

تحقیق وتعلیق: محمّد نامدار خان بوزئی
۲۷/مارچ ۲۰۰۹ م

بیّنة کے معنی ''دلیل'' یا ''حجّۃ'' اور ''استدلال'' کے ہیں۔ اس کا صیغہ جمع بیّنات ہے اور یہ دلیل یا حجّۃ ایسا واضح ثبوت و منطقی استدلال پیش کرتی ہے کہ فریقِ ثانی لاجواب ہو جاتا ہے۔ مذکورہ معنوں کے علاوہ یہ لفظ برہان، ثبوت، استحقاق، تولیت، سند، سبب، شہادت اور معجزہ کے مفہوم کو بھی محیط کیے رہتا ہے۔ ان تمام مترادفاتی معنوں کے سبب اس کے مفاہیم و مطالب میں بڑی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ الفاظ کی معنوی وسعت کو نظرانداز کرنے سے قرآن فہمی بری طرح متاثر ہوتی ہے! لہٰذہ زیرِ بحث آیات کی مکمل تفہیم کے لیے مضمون کے مطالعہ کے دوران ان مفاہیم کو نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے۔

سورہ ھود میں حضرت نوح علیہ السلام لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہوئے کہتے ہیں:

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَ اٰتٰنِىۡ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَعُمِّيَتۡ عَلَيۡكُمۡ ؕ اَنُلۡزِمُكُمُوۡهَا وَ اَنۡتُمۡ لَهَا كٰرِهُوۡنَ ۝ [سورہ ھود: ۲۸]

(نوح نے کہا: ''میری قوم! بھلا دیکھو، اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے کوئی رحمت عطا کی ہو جو تمہیں نظر نہ آئے تو کیا ہم اسے تم پر چپکا سکتے ہیں [کہ ایمان لاؤ] جب کہ تمہیں یہ ناپسند ہو)

حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے مباحثے کے دوران فرماتے ہیں:

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَاٰتٰٮنِىۡ مِنۡهُ رَحۡمَةً فَمَنۡ يَّـنۡصُرُنِىۡ مِنَ اللّٰهِ اِنۡ عَصَيۡتُهٗ ۖ فَمَا تَزِيۡدُوۡنَنِىۡ غَيۡرَ تَخۡسِيۡرٍ ۝

(صالح نے کہا اے میری قوم! بھلا دیکھو! اگر میں اپنے رب کی ایک واضح دلیل پر ہوں اور اسی نے مجھے رحمت بھی عطا کی پھر اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا؟ تم تو میرے نقصان میں اضافہ کر رہے ہو۔) [سورہ ھود:۶۳]

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے اپنی تولیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَ رَزَقَنِىۡ مِنۡهُ رِزۡقًا حَسَنًا ‌ؕ وَمَاۤ اُرِيۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰى مَاۤ اَنۡهٰٮكُمۡ عَنۡهُ‌ ؕ اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ‌ ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ‌ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ [سورہ ھود:۸۸]

(شعیب نے کہا: ''اے میری قوم! دیکھو! اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور مجھے اللہ نے اچھا رزق بھی دیا ہو [تو کیسے تمھارا ساتھ دوں؟] میں نہیں چاہتا کہ جس بات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں خود ہی اس کے خلاف کروں، میں تو جہاں تک ہو سکے اصلاح ہی چاہتا ہوں اور مجھے توفیق نصیب ہونا تو اللہ کے فضل سے ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔)

الانعام کی آیت: ۵۷ میں اللہ سبحان وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی رہنمائی کرتے ہوئے حکم دیا:

قُلۡ اِنِّیۡ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَکَذَّبۡتُمۡ بِہٖ ؕ [الانعام: ۵۷]

(تم کہدو [اے نبی مکرم ﷺ] کہ میں میرے رب کی طرف
سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو!)

محولہ بالا چاروں آیتوں میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان مکرم و معظم حضرات کی طرف سے پیش کردہ وہ جواز جو انہوں نے اپنے ''مامورین من اللہ'' و ''مھدین من اللہ'' و ''مرسلین من اللہ'' ہونے کے ثبوت میں اپنی قوم کے سامنے پیش کیا، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو اشخاص دعوۃ الی اللہ کے کام پر اللہ کی طرف سے مامور کیے جاتے ہیں؛ بلاتفریق اس امر کے کہ وہ شریعتِ جدیدہ لائے ہوں یا پہلے سے موجود شریعت کی تبلغ پر مامور ہوں عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ کے دعویدار ہوتے ہیں! ان کے ذمّہ بندوں کو اللہ، اس کے احکامات اور آخرۃ میں کیے جانے والے احتساب اور جزاء و سزا سے آگاہ کرنا، خوشخبری دینا اور خاتمہ بالخیر کی طرف رہنمائی کرنا ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم ایک اور آیت کو بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جس میں یہ لفظ آیا ہے۔ یہاں انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ آیت عرصہ دراز سے غلط تراجم اور تاویلات کا شکار رہوتی چلی آرہی ہے! غالباً یہ صورتحال محض اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ ہر مفسر اپنی "memory" میں ''ممنوعات'' کی ایک فہرست رکھتا ہے جو **mind conditioner** اور ''گورنر'' کا کام کرتی رہتی ہے جس کے سبب لوگ اس مخصوص آیت کے ضمن میں نبوتِ تشریعی و نبوتِ غیر تشریعی کے فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے **irrelevant approach** اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر مترجمین و مفسرین حضرات نزولِ ''عذاب الاکبر'' کی اہم ترین ضرورت جو کہ بالاتفاق ''اتمامِ حجۃ'' جانی جاتی ہے، کی تفصیلات و اشراط اور ''عدلِ الٰہیہ کے طریقہ کار'' کی تفصیلات کیساتھ ساتھ انبیاء و مرسلین کی اقسام کو بھی ذہن میں رکھتے ہوئے ترجمہ و تفسیر رقم کریں تو صحیح تراجم و تفاسیر سامنے آسکتی ہیں! راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس ضمن میں راقم الحروف کا لکھا ہوا مضمون ''انبیاء و مرسلین کی اقسام'' معاون و مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

صورتِ حال کی تصحیح کی اس کاوش کے دوران ہم اِس آیت میں مذکور ایک خاص شخصیت کے ''گم کردہ تشخص'' کو متعین اور متعارف کرنے کی کوشش کریں گے جو امت مسلمہ کے علماء کی اکثریت نے کلی طور پر نظر انداز کی ہوئی ہے۔ زیرِ بحث آیت بمعہ اردو ترجمہ کے بیان کی جا رہی ہے۔ جس کا ترجمہ سعودی حکومت کی جانب سے تحفتاً تقسیم کیے جانے والے مطبوعہ نسخے ''قرآنِ کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر'' سے لیا گیا ہے جس کے مترجم محمّد جوناگڑھی صاحب ہیں:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتَابُ مُوْسٰٓی اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْيَةٍ مِنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (کیا وہ شخص جو اپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی طرف کا گواہ ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب [گواہ ہو] جو پیشوا اور رحمت ہے (اوروں کے برابر ہوسکتا ہے؟)۔ یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہو اس کے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے، پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہ، یقیناً یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہوتے۔) [سورہ ھود: ۱۷] صفحہ ۶۰۳

اس آیت کی ابتداء ایک سوال سے ہوتی ہے چنانچہ مترجمین اپنے تراجم کی ابتداء سوالیہ انداز میں شروع تو کر دیتے ہیں **مگر اپنی طرف سے داخل کردہ اضافی الفاظ کے بغیر یہ واضح نہیں کرپاتے کہ ''سوال'' کہاں ختم ہورہا ہے۔!**

دوسری بات جو دیکھنے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اس مخصوص آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے اکثر مترجمین قوسین میں اپنے ''کنڈیشنڈ مائینڈ'' سے حاصل خیالات بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ پچھلے صفحہ پر پیش کردہ ترجمہ میں کیا گیا ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح مضمون مکمل نظر آئے، خواہ اُن کے اضافہ کردہ الفاظ کے مطالب مکلّف کو اصل مضمون سے دور ہی کیوں نہ کر دیتے ہوں!

مثلاً زیرِ غور آیت کا اندازِ تخاطب **تقابل و مقابلہ** یعنی **comparison** نہیں ہے بلکہ **استفسار** ہے۔ اس استفسار کو بمعہ اس کے صحیح رخ کے برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اگر ہم آیت کے سوال کا اندازِ تخاطب و رخ **استفسار کے بجائے** ''تقابل و مقابلہ'' کی طرف کر دیں تو معنوی تحریف کا ارتکاب ہو جاتا ہے! پچھلے صفحہ پر آیت کے ترجمہ میں قوسین میں بیان کردہ اضافی جملے ''**اوروں کے برابر ہوسکتا ہے**'' کے الفاظ سے یہی کام انجام دیا گیا ہے! اسی نہج پر آیت کی تفسیر بھی کی گئی ہے۔ جس کے ایک حصہ کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کو اندازہ ہو جائے کہ مفسر علامہ صلاح الدین کی تفسیر قابل اعتراض کیوں ہے۔

لکھتے ہیں..... '' یَتۡلُوۡہُ.... کے معنی ہیں، اس کے پیچھے۔ یعنی اس کے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک گواہ بھی ہو، گواہ سے مراد قرآن یا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو اس فطرتِ صیحہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات بھی جو پیشوا بھی ہے اور رحمت کا سبب بھی۔'' [صفحہ: ۶۰۳]

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ مترجم محمّد جوناگڑھی نے ''دو'' گواہ گنوائے ہیں: ایک وہ جسے'' **اللہ کی طرف کا گواہ** '' بتایا ہے جس سے غالباً ان کا اشارہ جبرائیلؑ کی طرف ہے جب کہ دوسرا گواہ **موسیٰ کی کتاب** کو قرار دیا ہے! مگر جب مفسر صاحب نے گرہ کھولی تو انہیں موسیٰ کی کتاب کے علاوہ، ایک کے بجائے اللہ کی طرف کے دو گواہ نظر آئے! قرآنِ مجید اور محمّد ﷺ! مگر غالباً اپنی اس ''ایمان افروز تفسیر'' سے وہ خود بھی مطمئین نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے قاری کو ''اختیار'' دیدیا کہ وہ قرآن یا محمّد ﷺ میں سے کسی ایک کو گواہ مان لے! [واللہ اعلم]

اصل حقیقت یہ ہے کہ یَتْلُوْ فعل مضارع ہے۔اس لفظ کے معنوں اور مصدر کے بارے میں علامہ راغب اصفہانی ''مفردات القرآن'' کے صفحہ نمبر:۱۴۶پر لکھتے ہیں:

''تَلَاهُ [ن] کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے کے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی اجنبی کوئی چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور پر ہوتا ہے اور کہیں تو اس کے احکام کی اتباع کرنے سے ،اس معنی میں اس کا مصدر تُلُوٌّ اور تَلُوٌّ آتا ہے اور کبھی یہ متابعت کسی کتاب کی قراءت (پڑھنے) اور اس کے معنی سمجھنے کے لیے غور وفکر کرنے کی صورت میں ہوتی ہے اس معنی کے لیے اس کا مصدر تِلَاوۃٌ آتا ہے۔ اور آیتِ کریمہ:۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَاهَا(۹۱۔۲) [اور چاند کی قسم جب وہ سورج کی اتباع کرتا ہے] میں سورج کا اتباع بلحاظِ اقتداء اور مرتبہ مراد ہے اور یہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ چاند سورج سے روشنی حاصل کرتا اور وہ سورج کے لیے بمنزلہ خلیفہ کے ہے!''

اسی لفظ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی صاحب نے آیتِ کریمہ کے آخری حصّہ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:....''[اس] کے معنی یہ ہیں کہ: ایسا شاہد جو اس کی پیروی کرتا ہے اور اس کے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے۔''

ان توضیحات کے تحت اگر ہم [مترجم کی طرح] جبرائیل اور توراۃ کو شاھدین تسلیم کرلیں تو مفہوم نکلے گا: جبرائیلؑ اور کتابِ موسیٰ صاحبِ بیّنہ کی پیروی کرتے ہیں رکرینگے۔[نعوذ باللہ]

اور اگر ہم مفسر صلاح الدین صاحب کے عطا کردہ ''اختیار'' کے تحت قرآن کو شاھد تسلیم کرلیں تو قرآن،صاحبِ بیّنہ کی پیروی کرتا ہے رکریگا، کا مفہوم سامنے آتا ہے! بالکل یہی صورتحال حضرت محمّد صلی علیہ وسلم کو 'شاھد'، تسلیم کرنے سے پیدا ہوجاتی ہے! [ثمّہ نعوذ باللہ]

[واضح رہے کہ محولہ بالاتحریر میں مفہوم کے اہم نکات کیطرف توجہ دلانے کیلیے عبارات کو راقم الحروف نے انڈر لائین کیا ہے]

یہ صورتحال اس لیے پیدا ہو رہی ہے کہ مترجمین اُن دلائل سے صرفِ نظر کر رہے ہیں جس کے تحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام "شـــاھـد" ثابت ہوتے ہیں اور اُن کا مشن بھی صاحبِ بیّنہ کی اتباع میں "مـذھـبِ مـا کتاب اللّٰہ و اتباع سنتِ رسولؐ اللّٰہ" کی تبلیغ کا اعادہ طئے پا تا ہے جو کہ لفظِ یَتْـــلُـــو میں موجود ''اتباع'' کے مفہوم کے تقاضہ کی تعمیل ہے! یہ تاویل ایک سے زیادہ دلائل کی بناء پر صحیح ہے مگر سب سے ''واضح دلیل'' یہ ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی بعثت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنی اُس ''حـــجّة'' کا اتمام کریں گے جو انہیں ''اصولِ نزولِ عذاب الاکبر'' کے تحت قیامت کے برپا کئے جانے کا ''استحقاق'' مہیا کر دیتی ہے! اسی اصول کے تحت دونوں حضرات امتِ محمدؐ یہ کے منذرون ذکریٰ [الشعراء] تسلیم ہوتے ہیں!

لہٰذہ ان مستند علمی اور منصوص حوالوں کے سامنے آجانے کے بعد نہ تو قرآنِ مجید کو ''شاھد'' تسلیم کیا جا سکتا ہے، نہ ہی کتابِ موسیٰ کو، نہ ہی نبی کریم ﷺ کو اور نہ ہی جبرائیل علیہ السلام کو! ان امور کی مزید تفصیل آگے بھی پیش کی جا رہی ہے۔

بدقسمتی اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جب سے ہمنے اوروں کے تراجم کو قبول کرنا اور تفاسیر پر اعتماد کرنا شروع کر دیا ہے، ہمارا اصل عقیدہ گم ہو گیا ہے! چنانچہ آج جو ترجمہ ''قوم'' میں مقبول ہے، متقاضی ہے کہ ہم اس اہم تسامح کی طرف توجہ دیں!

اس حقیر و ناچیز کا خیال ہے کہ آیتِ کریمہ کا صحیح ترجمہ قرطاس پر منتقل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ چند اہم سوالات کے جوابات حاصل کر لیے جائیں جو کہ ذہن میں پیدا ہوتے ہیں! راقم الحروف نے کوشش کی ہے کہ سوالات کے ساتھ ان کے جوابات بھی دے دیئے جائیں تا کہ صورتحال واضح ہوتی چلی جائے اور ''مراد اللہ'' سامنے آجائے!

## ☆اس آیتِ کریمہ میں کیئے گئے سوال کا "اوّل مخاطب" کون ہے؟ نبی کریم ﷺ ہیں یا کوئی اور ہے؟

جواب: آیت کریمہ کے اوّل مخاطب خَاتَمُ النَّبِیّٖن حضرتَ محمّد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!

## ☆زیرِ غور آیت میں اللہ کی طرف سے بَیِّنَہ پر ہونے کا دعویدار کون ہوسکتا ہے؟

جواب: بَیِّنَۃَ پر اللہ کی طرف سے مامور دعویدار صرف ایک ''خاص فردِ مومن'' ہی ہوسکتا ہے۔

## ☆آیت میں جس شاہد کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ شاہد کون ہے؟.... کوئی ناطق وعاقل یا غیر ناطق وغیر عاقل؟

جواب: جیسا کہ پچھلے صفحات پر ثابت کیا جاچکا ہے، وہ شاہد ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام'' ہیں جو کہ ناطق وعاقل، بینا اور آزاد انسان ہیں۔ اس ضمن میں عربی زبان کی قواعد کے اُس اہم اصول کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے جس کے تحت انسان، جن اور ملائیکہ کے علاوہ دیگر تمام موجودات غیر عاقل تسلیم ہوتے ہیں! [بحوالہ ''معلم لغات القرآن'' صفحہ:۱۴]

## ☆قرآن ناطق ہے یا صامت؛عاقل ہے یا غیر عاقل؟

جواب: علماء نے قرآنِ مجید کو غیر عاقل وغیر ناطق اور صامت [خاموش] تسلیم کیا ہے!

## ☆کیا غیر عاقل وغیر ناطق یا صامت گواہی دے سکتا ہے؟

جواب: ''غیر عاقل وصامت'' شخص ہو یا کوی اور چیز؛ گواہی نہیں دے سکتے۔

## ☆''گواہ'' اور "article of evidence" میں کیا فرق ہے؟

جواب: دنیاوی قانون وعدالت، گواہ اس انسان کو تسلیم کرتے ہیں جو ناطق ہو، عاقل ہو بالغ و بینا ہو جس سے کہ حاضرینِ عدالت کے سامنے سوالات کیے جاسکتے ہوں اور ان کے جوابات بھی حاصل کیے جاسکتے ہوں جنہیں حاضرینِ عدالت سن سکتے ہوں! اس کے برخلاف قانون کی نظر میں article of evidence ایک بے جان، غیر ناطق، شعور، سماعت و بینائی سے مبّرا اور خاموش چیز ہوتی ہے جس سے نہ تو سوال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی گواہی لی جاسکتی ہے! یہ بھی واضح رہے کہ غیر عاقل وصامت وغیر ناطق، ہوش وحواس سے مبّرا چیز جو گواہی سے قبل حلف نہیں لے سکتی؛ ایسی کسی چیز کو دنیاوی قانون وعدالت ''گواہ'' تسلیم نہیں کرتے!

## ☆اصول فقہ کے تحت گواہ کسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: صرف ایک عاقل ، بالغ ، ناطق ، بینا اور آزاد انسان کو ''گواہ'' تسلیم کیا جاتا ہے اور چونکہ گواہ تسلیم کیے جانے کی بنیاد گواہ کے ''مشاہدہ'' پر رکھی جاتی ہے اسوجہ سے اس ''شاہد'' کو ''عینی گواہ'' کا درجہ دیا جاتا ہے۔مزید یہ بھی کہ اسی مشاہدے کے سبب وہ ''تصدیق'' کرنے اور گواہی دینے کے لائق تسلیم کیا جاتا ہے۔لہٰذہ واضح ہوا کہ مشاہدے کے بغیر گواہی ناقص اور ناقابل قبول گواہی شمار ہوگی۔خیال رہے کہ آیت میں مذکور **شاھد** کو **شھادۃ** آخرت میں نہیں دینی ہے جہاں ہر چیز گواہ کامل کی طرح گواہی دیگی بلکہ اسی دنیا میں دنیا والوں کے استفادے کے لیے دینی ہے۔مگر چونکہ ہم روزمرہ کی گفتگو یا تحریرات میں ''تاریخ گواہ ہے'' یا ''قرآن گواہ ہے'' جیسے جملے استعمال کرنے، سننے اور پڑھنے کے عادی بن چکے ہیں اس وجہ سے ہماری اس **علّتِ ثانیہ** سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ادیبوں کے علاوہ مفسرین نے بھی قرآن اور تاریخ کو بطور گواہ پیش کرنا شروع کردیا حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ایسے جملوں کا استعمال دراصل ایک ادبی اسلوب و انشاء پردازی کا مظاہرہ ہوتا ہے جسے صرف ادبی دنیا تک محدود رکھنا چاہیے۔کیونکہ عقائدی معاملات میں اس قسم کی انشاء پردازی گمراہی کا باعث بن جاتی ہے!

مختصر یہ کہ ان حقائق کے پیش نظر کسی دنیاوی عدالت میں آسمانی کتاب ہو یا کوئی اور کتاب یا تحریر ہو؛ اسے بطور **article of evidence** تو پیش کیا جاسکتا ہے مگر مِن حیثِ **eye-witness** کبھی نہیں پیش کیا جاسکتا!

## ☆''عینی گواہ'' کس چیز کی شہادت دیگا؟

جواب: ''**میثاق النّبیّن**'' والی مجلس وہ مجلس تھی جہاں سارے'' **شاھدو مشھود** '' نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور متعارف ہوئے تھے۔اسی مجلس میں اللہ سبحان وتعالیٰ سے کیئے گئے ''عہد'' کا پابند ہونے کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بھی دوبارہ تشریف لائینگے اس دنیا والوں کے سامنے، حضرت مھدی علیہ السلام کے ''بیّنہ'' پر ہونے کی گواہی دینے کے مکلّف ہیں!

## ☆کیا آیت میں مذکور"گواہ"کی بعثت سے قبل کتابِ موسیٰ[علیہ السلام]پائی جاتی تھی؟

جواب: جی ہاں! آیت میں مذکور''عینی گواہ''یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے قبل اس دنیامیں کتاب موسیٰ موجودتھی۔ یہ وہ حقیقت ہے جوحضرت عیسیٰ علیہ السلام کو''گواہ''تسلیم کرنے میں ہماری مددورہنمائی کرتی ہے!

## ☆اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی ابتداء ایک سوال سے کی ہے۔ اس سوال کی تکمیل کن الفاظ پر ہورہی ہے ؟

جواب:''سوال''اولٰئک یومنون بہٖ پرختم ہوتا ہے! لفظ اولٰئک بمعنی وہ لوگ ''مشارالیہ بعید''کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اشارہ اس قوم موعودہ کی طرف ہے جس کا تذکرہ سورہ المائدہ کی آیت:۵۴[فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ ....... آخرتک] میں پایا جاتا ہے اورجنہیں سورہ الجمعہ کی آیت نمبر:۲ میں''متاخرین''تعبیر کیا گیا ہے۔

## ☆ آیت میں"فرقوں"[احزاب] سے کیا مراد ہے؟

جواب: فرقوں سے اللہ تعالیٰ کی مراد مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے فرقوں کے علاوہ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی مقصود ہیں اور چونکہ نبی کریم ﷺ،رسول العالمین ہیں پس ان کی تعلیمات کا احیاءکرنے والا بینہ پر مامور شخص جومنذرون ذکریٰ [الشعراء:۲۰۸/۹] warners as reminder کے زمرے سے تعلق رکھتا ہے، وہ بھی ساری دنیا کے لوگوں کے لیے reminder کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس دنیا کے وہ تمام لوگ جو اس کا انکار کریں گے ان کے لیے بھی آگ کا وعدہ کیا گیا ہے بشرطیکہ اس کی دعوت ان لوگوں تک پہنچی ہو!

## ☆اللہ تعالیٰ کی طرف سے"بینہ"پر ہونے والے فرد کے منکرین کی کیا سزاء مقرر ہے؟

جواب: جولوگ بَيِّنَةَ پر ہوتے ہیں ان کے منکرین سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا گیا ہے!

## لہٰذہ آیتِ کریمہ کا ترجمہ ان الفاظ میں سامنے آتا ہے:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا اگر کوئی شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر [ قائم کیا گیا ] ہو

وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ اور پیچھے آتا ہوا اتباع کرتا اس کی ، ایک گواہ ، اس [ کے رب ] کی طرف سے

وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اور اُس [ گواہ ] سے پہلے [ موجود ] ہو کتاب موسیٰ ،

اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ [ اُس گواہ کے لیے ] قابلِ اقتداء رہنما اور رحمت ،

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ [ تو ] وہ لوگ [ متاخرین ] ایمان لائیں گے اس [ شخص ] پر؟

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ اور جو کوئی فرقہ انکار کریگا اس [ شخص ] کا ،

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ تو آگ [ کا ] وعدہ ہے اس کے لیے !

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ پس تو [ اے نبی مکرم ﷺ ] شبہہ میں نہ رہ اس [ امر ] سے !

اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بے شک یہ سب کچھ حق ہے تیرے رب کی طرف سے !

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور لیکن [ با وجود اسکے ] اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے !

قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ آیت کا سوالیہ حصہ گواہ کی شناخت کروانے میں ہر طرح سے ہماری رہنمائی کرنے والے الفاظ پیش کرنے کے علاوہ دیگر اہم سوالات کے جوابات بھی مہیا کر دیتا ہے! مثلاً یہ کہ ''صاحبِ بیّنہ'' کون ہے اور کن لوگوں کے ایمان لانے کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے! اس سلسلہ میں بیشمار احادیث ، نبوی ﷺ بھی ہماری رہنمائی کرتی ہیں خصوصاً مندرجہ ذیل حدیثِ نبوی ﷺ بڑے واضح طور پر ہماری رہنمائی کرتی ہے ۔ راقم الحروف یہ بھی سمجھتا ہے کہ مذکورہ بالا ترجمہ کو درج ذیل حدیثِ نبوی ﷺ کی تائید اس امر میں بھی حاصل ہے کہ حدیث میں مذکور تینوں حضرات ہادیانِ برحق ہونے کے سبب ''دافع ہلاکت'' امت ہیں اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ، حضرت مھدی علیہ السلام کے

بعد کے زمانے میں تشریف لا رہے ہیں۔ حدیثِ نبوی ﷺ ملاحظہ فرمائیں:

**کیف تھلک امتی انافی اوّلھاعیسیٰ ابنِ مریم فی آخرھاو المھدی من عترتی فی وسطھا** (میری امت کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے؟ میں پہلے ہوں اس [امت] کے، عیسیٰ ابنِ مریم آخر میں ہیں اس کے اورالمھدی میری عترت سے، درمیان میں ہیں اسی [امت] کے)
[المشکوٰۃ المصابیح]

لہٰذہ ثابت ہوا کہ بیّنہ پر ایک خاص اور بڑی حد تک معروف شخصیت مامور ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ''شخص'' کے پیچھے آنیوالا گواہ [یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت] بھی ایک معروف و جانی پہچانی ''اللہ کی نشانی'' ہے جو اپنی ''پہلی بعثت'' کے زمانہ کے تعین سے پہچانی جارہی ہے اور یہ تعین منجانب اللہ ''کتابِ موسیٰ'' کی موجودگی کے تذکرے سے مربوط و مستحکم کردیا گیا ہے جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کو ''گواہ'' تسلیم کرنے کا ہر ممکن راستہ بند ہے ماسواء اس راستہ کے جو سورہ الحجر کی آیت:۴۲ کے تحت شیطان اور اس کے دھوکہ میں آنیوالوں لیے کھلا چھوڑا گیا ہے، بالخصوص ان سوالات و جوابات کی شکل میں پیش کیے گئے جوازات کے پیش نظر جو پچھلے صفحات میں آیت کا ترجمہ پیش کرنے سے پہلے بیان کردیئے گئے ہیں۔

## اصل کسوٹی:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ''من'' سے مراد ایک خاص شخص یعنی ''**المھدی**'' ہے جس کی بعثت مذکورہ بالا حدیث کے تحت قیامت [عذابِ اکبر] کی وسطی نشانیوں میں متعین کردی گئی ہے، جو نہ صرف امتِ محمّدیہ کی ہلاکت کا دافع ہوگا بلکہ ایک ''**قومِ موعودہ**'' کا ''**ھادی**'' بھی ہوگا!

اس ضمن کی سب سے خوش آئند بات یہ ہے کہ اس ''**قــــوم**'' کو پہچاننا مشکل نہیں کیونکہ اس ''**قــوم**'' کے لائے جانے کی وجہ اور اس کی صفات کا تعین سورہ المائدہ میں کردیا گیا ہے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس آیت کا مضمون ہمارے لیے ایک سے زیادہ وجوہات کی بناء پر **اصل کسوٹی** کا رول ادا کرتا ہے:

**یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْامَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآ ئِمٍ ط ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ** (اے ایمان والو! تم میں سے جولوگ بھی اپنے دین سے پھر جائیں تو [جان لو کہ] اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی **قــوم** کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔ وہ [لوگ] نرم دل ہونگے مومنین پر اور سخت اور تیز ہونگے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرینگے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے؛ وہ جسکو چاہے عطا کردے! اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔) [سورہ المائدہ آیت:۵۴]

قارئین نے نوٹ کیا ہوگا کہ مذکورہ بالا آیت اُس کیفیت کا ایک مکمل منظرنامہ پیش کرتی ہے جس میں وہ سارے عناصر، حالات اور وجوہات بیان کردیئے گئے ہیں جو ایک خاص صفات سے متصف و مامور قوم کو ایک خاص صورتحال میں وجود پذیر کیے جانے کا سبب بنیں گے! واضح رہے کہ ''**قــوم**'' کے بھیجے جانے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ''فضل'' تعبیر کیا ہے جو اپنی دیگر تاثیرات کے علاوہ امت کی ''ہلاکت'' دفع کرنیکی تاثیر بھی رکھتا ہے!

مخفی مبادکہ آیت میں مذکور''مومنین کا ارتداد'' نزولِ عذابِ اکبر کی اشراط میں سے ایک خاص شرط مانا جاتا ہے، اس وجہ سے مَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِنۡ رَّبِّہٖ میں مذکور شخصیت اوراس کا گواہ، دونوں کو''معروف وجانے پہچانے افراد''تسلیم کرنے پرہم مجبور ہیں!

آیت کریمہ کے الفاظ پرغورکیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اس قوم کا''عرب'' ہونا قطعی ضروری نہیں! جب کہ''قوم'' کی صفات بیان کرنے میں ایک اہم مصلحت یہ واضح کرنا نظر آتی ہے کہ اگرکوئی''خودساختہ قوم''کسی غیرمامورمن اللہ''امام''کونیک خصلت اور''بیّنہ''پر مامور شخص ثابت کرنے میں کسی طرح کامیاب ہو بھی جاتی ہے تب بھی بات جلد یا بدیرخود بخود ناقابلِ قبول ثابت ہوجاتی ہے! کیونکہ کاذب فریقین (یعنی ھادی اور مزعومہ قوم) کے اقوال و افعال کا تضاد''ھادی'' کی زندگی ہی میں سامنے آجاتا ہےاور دعوے کے خدوخال **expose** ہوجاتے ہیں۔ تاریخِ اسلام کے ماضی میں ایسی بیشمارمثالیں دیکھنے میں آئی ہیں!

مومنین کے ارتداد کے بعد''قوم'' کے بھیجے جانے کی نشانی یا علامت، کھرے کھوٹے کی شناخت میں لوگوں کی مدد تو ضرور کرتی ہے مگراس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہیکہ کسی کاذب مدعی کو''مَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِنۡ رَّبِّہٖ'' کا مصداق ہرگز ثابت نہیں ہونے دے گی! جس کی وجہ یہ ہے کہ سچے مامورمن اللہ''ھادی و امام'' کی پہچان اس کے اپنے حالات، اقوال وافعال کے علاوہ اس کے صحابہ کے حالات، اقوال اوروہ اعمال بھی ہیں جوسورہ المائدہ کی مذکورہ آیت میں بیان کیئے گئے ہیں! چنانچہ''داعی'' کے''صحابہ'' اس''قوم''کے سب سے اہم لوگ ہوتے ہیں اور''وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ''[سورہ الفتح:۲۹] کے مثل ہوتے ہیں کیونکہ اُس ''ھادی'' سے''راست وبلاواسطہ فیضیاب''ہونے والے صرف یہی لوگ ہوتے ہیں۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ ان صفات کی گرفت، مطابقت واہلیت ان کے بعد کے لوگوں یعنی ان کے تابعین و تبع تابعین وغیرہ میں بتدریج کم ہوتی چلی جاتی ہے؛ جیسا کہ اصحاب نبی ﷺ کے تابعین اور تبع تابعین کے حالات سے بھی اسی روش کی بازگشت سامنے آتی ہے۔

قرآنِ مجید کا ایک اہم طریقہ نصیحت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی بات کو سمجھانے اور واضح کرنے کے لیے مضمون کو ایک سے زیادہ بار دہراتا ہے۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس قوم کی اہم علامات سورہ مجادلہ کی آخری آیت میں بھی دہرائی گئیں اور نبی کریم ﷺ کو بتا دیا گیا کہ:

لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَلَوۡ کَانُوۡۤا اٰبَآءَ ہُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَ ہُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَہُمۡ اَوۡ عَشِیۡرَتَہُمۡ ؕ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡاِیۡمَانَ وَ اَیَّدَہُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡہُ ؕ وَ یُدۡخِلُہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ([اے نبی مکرم ﷺ] تم [دیکھ اور مل] نہ پاؤ گے ایک قوم [کو] جو ایمان لائیگی اللہ اور یوم آخرت پر۔ یہ [ایسی قوم ہے جو] اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے دوستی کی خواہش نہیں رکھتی!! چاہے وہ [مخالف لوگ] ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ [قبیلہ] والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور مدد کریگا [اللہ اس قوم کی] ''روح منہ'' سے! اور جنہیں داخل کریگا ان جنتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش! یہ اللہ کا گروہ ہیں، آگاہ رہو کہ اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب ہیں۔) [سورہ مجادلہ:۲۲]

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس آیت کو ''کتابِ تمہید'' میں مذکور ایک حدیث کی تائید حاصل ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: اے ابوذرؓ کیا تم جانتے ہو مجھے کس بات کا غم ہے اور میری کیا فکر ہے اور مجھے کس چیز کا اشتیاق ہے؟ یہ سن کر آپ ﷺ کے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں خبر دیجئے کہ آپ کو کس بات کا غم ہے اور کیا فکر ہے اور

اور کس چیز کا آپ کو اشتیاق ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

آہ! مجھے شوق اپنے بھائیوں کی ملاقات کا ہے جو میرے بعد ہونگے ان کی شان انبیاء کی شان ہوگی اور وہ اللہ کے پاس شہیدوں کے مقام والے ہوں گے جو اللہ کی خوشنودی کی طلب میں باپ، ماں، بھائی، بہنوں بیٹوں اور بیٹیوں سے بھاگیں گے وہ اپنی دولت ذریعہ معیشت اللہ کے واسطے چھوڑے رہیں گے، اپنے آپ کو تواضع سے حقیر کیے رہیں گے ،نفسانی خواہشات، دنیاوی لغویات کی طرف راغب نہ ہوں گے۔'' (صفحہ:۱۲۲و۱۲۳؛شواہدِ ولایت)

قارئین اس بات سے اتفاق کریں گے کہ سورہ مجادلہ کی آخری آیت میں مذکور قوم اور سورہ المائدہ کی آیت:۵۴ میں بیان کی گئی [بھیجی جانے والی] ''**قوم**'' ایک ہی قوم ہے اور اس قوم کی دیگر صفات اصحابِ رسول ﷺ کی صفات سے بھی مشابہت رکھتی ہیں جس کا بیان سورہ الفتح میں آیا ہے:

**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ج** (محمّد [ﷺ] اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو [اے مخاطب] انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہرں پر سجدوں کے اثر سے ہے، یہی مثال توراۃ میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے؛) [سورہ الفتح:۲۹]

مزید ایک اور قابلِ توجہ نکتہ یہ بھی ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے سورہ المائدہ کی مذکورہ آیت [۵۴] میں ''**قوم**'' کا لفظ استعمال کیا ہے اس لیے ضروری ہوگیا کہ اس قوم کا ''**ھادی**'' بھی اس قوم کے ساتھ ظہور پذیر ہو! کیونکہ وعدہ الٰہیہ کے تحت ''**قوم** اور **ھادی**'' لازم وملزوم ہوتے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اس اصول کو سورہ **الرعد** کی آیت:۷ میں واضح فرما دیا ہے:

**لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ** (ہر قوم کے لیے ایک ھادی [من اللہ] ہے)

اس آیت سے دو باتیں سامنے آتیں ہیں۔ اول یہ کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کے وعدے کے تحت قوم اور اس کے ھادی کا آنا ایک ضروری ''امرِ الٰہی'' ہے اور یہ حقیقت ھادیانِ برحق کے بارے میں رائج تفہیم کا ازالہ بھی کرتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ قوم غیر عرب قوم ہے تو مصلحتِ یزدی کے تحت اس قوم کے ساتھ انہی میں سے، اس کے ''**ھادی**'' کا ہونا لازمی ہے کیونکہ ''**قوم**'' اور اس کے ''**امام**'' کا ہم زبان ہونا اور انہی میں سے ہونا... **مامورین من اللہ** کے تعیّن ... کے ضمن میں سنتِ الٰہیہ کے عین مطابق ''**امر**'' ہے! یہ نہیں ہوسکتا کہ ''قوم'' عرب ہو اور ''امام'' کوئی ''عجمی'' ہو۔ جیسا کہ دوسری صدی ہجری کی ایک معروف عجمی شخصیت کو بعض لوگوں نے ''امام مھدی علیہ السلام'' متعارف کروانے کی کوشش کی تھی جب کہ انہیں مقام مھدی پر فائز دیکھنے کے متمنی افراد بشمول ان کے ساتھیوں [اصحاب] کے؛ کوئی ایسی جماعت کے طور پر شہرت نہ پا سکے جن کے بارے میں کہا جاسکے کہ ان کی صفات و خصائل وہی تھیں جو سورہ المائدہ کی آیت:۵۴ میں مذکور ''آنیوالی قوم'' کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا صورتحال کے برخلاف؛ آیت میں مذکور صفات کے پائے جانے کی گواہی صرف اور صرف دسویں صدی ہجری میں جونپور [بھارت] کے داعی الی اللہ حضرت سید محمّد بن سیّد عبداللہ بن سیّد عثمان شیرازی کے ''اصحاب'' اور ان کے تابعین و تبع تابعین کے حالات میں ملتی ہے جسے ایک سے زیادہ قابلِ اعتماد مورخین و محققین و وقائع نگاروں نے رقم کیا

ہے جن میں ملاّ عبدالقادر بدایونی، ڈاکٹر پروفیسر محمّد سعید، ڈاکٹر پروفیسر قمرالدین، پروفیسر عباداللہ اختر کے علاوہ مفسر قرآن و محقق علامہ ابوالکلام آزاد قابلِ ذکر ہیں۔ [ملاحظہ ہو ''تذکرہ'' ابوالکلام آزاد صفحہ: ۲۶ تا ۶۸ ] ملاعبدالقادر بدایونی نے اس بات کا اعتراف ان الفاظوں میں کیا کہ:
''اگران لوگوں کے حالات تفصیل سے لکھے جائیں تو ایک علیٰحدہ 'تذکرہ اولیاء' لکھنا پڑیگا۔''

## بیّنہ پر ہونے والے افراد کی دیگر شناختی صفات:

اللہ سبحان وتعالیٰ نے بیّنہ پر ہونے والے اشخاص کے شناختی خصائل واوصاف اور دیگر نشانیاں بھی قرآنِ مجید میں بیان کردی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ضمن میں پہنچائی جانے والی ''معلومات'' میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور مکلفین روزِ محشر اللہ تعالیٰ پر ''الزام'' نہ عائد کردیں کہ:

> ''آپ نے تو اس کے شناختی علامات، خصائل واوصاف سے ہمیں آگاہ نہیں کیا تھا ورنہ تو ہم اس شخص کو پہچان لیتے اور اس کے مامور من اللہ ہونے کا انکار نہیں کرتے؛ ضرور اس کی تصدیق کرتے اور آپ کی رحمت سے مستفید ہوتے''

حقیقت یہ ہے کہ ایسے حضرات کے شناختی اوصاف وخصائل کی ایک طویل فہرست ہے جسے اللہ سبحان وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ''حکمت'' کے لحاظ سے مختلف مواقعوں پر بیان کی ہیں؛ ذیل میں ہم بَیِّـــنَة پر ہونے والے شخص کی صفات کے بارے میں ایک مخصوص آیت پیش کرتے ہیں جو قارئین کی تشنگی دور کرنے کے لیے بہت کافی وشافی ہے:

اَفَـمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَه سُوْءُ عَـمَلِـهٖ وَ اتَّبَـعُـوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ (کیا اگر کوئی شخص اپنے

رب کی طرف سے واضح دلیل پر [قائم کیا گیا] ہو، اس
جیسا ہو سکتا ہے جس کے برے اعمال اسے آراستہ کر کے
دکھائے جا رہے ہوں اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کی
پیروی کر رہے ہوں؟ [سورہ محمّد:۱۴]

مذکورہ بالا آیت کے مضمون سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو شخص بھی اپنے رب کی طرف سے ''واضح دلیل'' [بیــنــہ] پر قائم کیا جاتا ہے وہ خصلتاً فطرتاً واوصافاً ان لوگوں جیسا نہیں ہوتا جن کے برے اعمال، خوشنما بنا کر پیش کیے جاتے ہوں اور جو اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے رہتے ہوں! لہٰذہ ہم پر یہ امر آشکارہ ہوا کہ ایسا شخص جو اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے ''بیّــنــہ'' پر ہوتا ہے، اپنی برائیوں اور کمزوریوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ اپنی برائیوں کی تعریف کرنے والوں اور خوش آمد کرنے والوں کو کبھی پسند نہیں کرتا اور نہ ہی وہ کبھی اور کسی حال میں اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا ہے!

## چند اہم شناختی علامات واوصاف:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا سورہ محمّد کی متذکرہ بالا آیت میں مذکورہ اوصاف کے علاوہ اور بہت سارے ایسے اوصاف ہیں جو قرآنِ مجید کی دیگر آیات یا احادث نبویﷺ میں بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً بیّنہ پر ماموراشخاص کے بارے میں آیا ہے کہ:

☆ وہ ''ائمہ مامور من اللہ'' ہوتے ہیں اسوجہ سے لوگوں کو ہدایت سے بہرہ ور کرنے کے لیے فکر وعمل کے ضمن میں ''رہنمائی'' کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔ [سورہ بقرہ:۱۲۴، الانبیاء:۷۲]

☆ وہ اپنے سے پہلے مبعوث مامور من اللہ کی تصدیق واتباع کرتے ہیں۔ [سورہ آلِ عمران:۸۴]

☆ وہ ''حجّة'' کے تکمیلی مدارج کے اتمام کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔[سورہ النساء:۱۶۵]
☆ انہیں کتاب یعنی حکمہ اور نبوت (تشریعی یا غیر تشریعی) عطا کیے جاتے ہیں۔[الانعام:۸۹]
☆ بہت سے لوگ ان کے دشمن ہوجاتے ہیں۔[انعام:۱۱۲]
☆ اصحاب بیّنة کو حکم ہے کہ اکثریت کا کہنا نہ مانیں ورنہ گمراہ ہوجائیں گے۔[انعام:۱۱۶]
☆ ایسے لوگ تکذیب یعنی جھٹلائے جاتے ہیں۔[انعام:۱۵۷]
☆ ایسے لوگ رحیم ونذیر ہوتے ہیں۔[اعراف:۶۱و۶۲]
☆ وہ ''دافع ہلاکت'' ہوتے ہیں۔[اعراف:۶۴]
☆ وہ ''صادق الوعد الامین'' ہوتے ہیں۔[اعراف:۶۸]
☆ انہیں چیلنج کیا جاتا ہے۔[اعراف:۷۰،ھود:۳۲]
☆ وہ رحمت ہوتے ہیں۔[اعراف:۷۲]
☆ متکبر لوگ ان پر ایمان نہیں لاتے۔[اعراف ۷۵،۷۶]
☆ ایسے لوگ بچالیے جاتے ہیں یعنی اللہ کی امان میں ہوتے ہیں۔[اعراف:۸۳]
☆ ان کا مذہب مکروہ مانا جاتا ہے۔[اعراف:۸۸]
☆ یہ لوگ معجزات کے ساتھ آتے ہیں۔[اعراف:۱۰۱]
☆ ایسے لوگ دلائل ونشانیوں کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔[اعراف:۱۰۳]
☆ ایسے لوگ آزمائے جاتے ہیں۔[البقرہ:۱۲۴،اعراف:۱۴۱]
☆ حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اسلیے اتباع کے لائق ہوتے ہیں۔[سورہ یونس:۳۵]
☆ عدلِ الٰہیہ کے تقاضہ کے تحت واضح دلیل کی بنیاد پر بھیجے جاتے ہیں۔[ھود:۱۷]
☆ ان کے حامی ومصدقین غریب، کمزور ومظلوم طبقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔[سورہ ھود:۲۷]
☆ یہ لوگ **لا اکراہ فی الدین** کے حکم پر عمل کرتے ہیں[ھود:۲۸]
☆ انہیں غیب کی کچھ خبریں دیجاتی ہیں۔[ھود:۴۹]

☆ وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں اور اپنی خدمات کا کوئی صلہ نہیں مانگتے۔ [ھود:۵۱]
☆ ان کی روزی کا بندوبست اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ [ھود:۸۸]
☆ ان کے اقوال وافعال ''شرک'' و ''تزاد'' سے مبّرا ہوتے ہیں۔ [ھود:۸۸]
☆ یہ لوگوں کی اصلاح چاہتے ہیں [ھود:۸۸]
☆ ایسے لوگ مفروضات پر یا اپنے ''تصورات کی وجہ'' پر ''دعوۃ الیٰ اللہ'' نہیں دیتے بلکہ اپنی بَصِیْرَۃ کی بنیاد پر اللہ واحد کی طرف ''دعوۃ'' دیتے ہیں۔ [سورہ یوسف:۱۰۸]
☆ شیطان کو ان پر غلبہ حاصل نہیں ہوسکتا! [الحجر:۴۲]
☆ گمراہ وہٹ دھرم لوگ قیامت تک ان کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ [الحدید:۱۵]
☆ وہ خواہشات کی پیروی نہیں کرتے اور نہ جھوٹی خوش آمد پسند کرتے ہیں۔ [محمد:۱۴]
☆ ان کی بعثت کے بعد اہلِ کتاب میں تفرقہ نمودار ہوتا ہے۔ [البینہ:۴]

## وہ صفات جو ان کی روزمرہ کی زندگی سے ثابت ہیں:

☆ وہ ''وہبی ولایتِ الٰہیہ'' کے حامل ہوتے ہیں۔
☆ وہ ''زہد وتقویٰ'' میں ساری زندگی گذار دیتے ہیں۔
☆ وہ ''عبد صالح'' اور پابندِ ''حدود اللہ'' ہوتے ہیں۔
☆ کوئی شخص ان سے ''مباہلہ'' کی جرائت نہیں کرتا۔
☆ وہ شجیع ہوتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے۔
☆ اپنی بعثت کے بعد وہ اپنے ''ذریعہ معاش'' کی تلاش میں سرگرداں نہیں رہتے۔
☆ وہ بے اختیار زندگی گزارتے ہیں اور دینی معاملات میں اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتے۔
☆ اللہ سبحان وتعالیٰ کی طرف سے ان کا رزق، انہیں ملتا رہتا ہے۔

مختصراً عرض ہے کہ راقم الحروف ان مقدس حضرات کی ساری صفات وصلاحیتوں اور کمالات کو کما حقہ بیان کرنے سے عاجز ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہے کہ **اتنی ساری واضح صفات وشناختی علامات کے باوجود لوگوں کا انہیں پہچاننے سے انکار کردینا تعجب کا باعث اس لیے نہیں ہوگا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی پیشنگوئی** وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ **کے عین مطابق ہورہا ہے جو کہ مہدی علیہ السلام کے مشن کا مقدر ہے اور یہ صورتِ حال اصلاً مصدقین کی تسلّی و اطمینان کا باعث بنتی جا رہی ہے کیونکہ نزولِ عزاب کے اصولوں کے تحت مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کی تکذیب واستہزاء کے بغیر ''عذابِ الاکبر'' آ نہیں سکتا!**

﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰىنَا لِہٰذَا ۟ وَ مَا کُنَّا لِنَہۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ ۚ ﴾

[ساری حمد وثنا اللہ کے لیے ہے، جس نے ہمیں ان باتوں کی ہدایت دی اور ہم ہرگز ہدایت یافتہ نہ ہوتے اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا!]

## مصادر و منابع:


| | |
|---|---|
| ۱۔تیسیر القرآن [اردو ترجمہ] | علامہ عبدالرحمٰن کیلانی، حافظ عتیق الرحمٰن کیلانی، دارالسلام، وسن پورہ، لاہور |
| ۲۔قرآن مجید معہ اردو ترجمہ وتفسیر | مترجم: محمّد جونا گڑھی، شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، سعودی عربیہ |
| ۳۔لغات القرآن | عبدالرّشید نعمانی، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی، پاکستان |
| ۴۔مفردات القرآن | مولف: علامہ راغب اصفہانی، مترجم: محمّد عبدہ، فیروز پوری، ناشر: شیخ شمس الحق، ۲۸۔کشمیر بلاک، اقبال ٹاون لاہور |
| ۵۔لغات القرآن | غلام احمد پرویز، ادارہ طلوعِ اسلام، ۲۵۔بی، گلبرگ؛ لاہور |
| ۶۔معلم لغات القرآن | مولفہ سید اعجاز حیدر، دارالتذکیر، اردو بازار؛ لاہور |
| ۷۔The Holy Quran | عبداللہ یوسف علی، امانہ کارپوریشن، میری لینڈ؛ امریکہ |
| ۹۔تذکرہ | مولف: ابوالکلام آزاد، ساہتیہ اکیڈمی، لاہور |
| ۱۰۔شواہد ولایت | مولفہ: میاں برہان الدین، ادارہ سلف الصالحین، مشیرآباد؛ حیدرآباد۔بھارت |